4033 ـ یوم عاشورا کا جشن منانے یا اس میں ماتم کرنے کا حکم

سوال

بعض لوگ یوم عاشوراء کو آنکھوں میں سرمہ ڈالتے اورغسل کر کے مہندی وغیرہ لگاتے اور مصافحے کرتے، اور دانے پکا کر خوشی و سرور کا اظہار وغیرہ کرتے ہیں، ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مروی ہے کہ نہیں؟
اور اگر ایسا کرنے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں تو کیا یہ بدعت ہے کہ نہیں؟
اور اس کے مقابلے میں ایك گروہ ماتم اور غم و پیاس اور آہ بکا اور کپڑے پھاڑنا اور نوحہ وغیرہ کا اظہار کرتا ہے، تو کیا اس کی کوئی دلیل ملتی ہے کہ نہیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی سے اس سوال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا:

رب العالمین، سب تعریفات اس رب کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں،اور نہ ہی ان کے صحابہ کرام سے ثابت ہے، اور نہ ہی مسلمان آئمہ کرام میں سے کسی ایك نے اسے مستحب قرار دیا ہے، نہ تو آئمہ اربعہ نے اور نہ ہی کسی دوسرے نے، اور اسی طرح بااعتماد اور معتبر کتابوں کے مؤلفین نے بھی اس بارہ میں کچھ روایت نہیں کیا، نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین عظام سے، اس بارہ میں نہ تو صحیح روایت ہے اور نہ ہی ضعیف، اور نہ تو کتب صحیح میں اور نہ ہی کتب سنن میں اور نہ ہی مسانید میں.

بلکہ افضل اور بہتر ادوار اور قرون اولی میں تو ان احادیث میں سے کچھ بھی معروف نہیں تھا، لیکن بعض متاخرین اور بعد میں آنے والوں نے اس کے متعلق کچھا احادیث روایت کی ہیں مثلا یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ:

جس نے یوم عاشوراء میں سرمہ لگایا اسے اس سال آنکھ درد نہیں ہو گی، اور جس نے یوم عاشوراء کو غسل کیا وہ

اس برس بيمار نہيں ہو گا.

اور اس طرح كى كئى ايك روايات بيان كى جاتى ہيں، اور يوم عاشوراء ميں نماز ادا كرنے كى فضيلت ميں بھى روايات بيان كرتے ہيں، اور يہ بھى روايات كيا ہے كہ: آدم عليہ السلام كى توبہ يوم عاشوراء ميں ہوئى، اور نوح عليہ السلام كى كشتى جودى پہاڑ پر يوم عاشوراء ميں ہى ركى، اور يوسف عليہ السلام يعقوب عليہ اسلام كے پاس اسى دن واپس كيے گئے، اور ابراہيم عليہ السلام نے آگ سے نجات بھى اسى دن پائى، اور اسماعيل ذبيح عليہ السلام كے فديہ ميں اسى دن مينڈھا ذبح كيا گيا، وغيرہ .

اور ايك موضوع حديث جو كہ نبى صلى اللہ عليہ وسلم كے ذمہ جھوٹ ہے ميں بيان كيا گيا ہے كہ:

" جس نے يوم عاشوراء ميں اپنے گھر والوں كو وسعت كسائش دى اللہ تعالى سارا سال اسے آسانى اور كسائش دے گا"

(پھر اس كے بعد شيخ الاسلام رحمہ اللہ تعالى نے عراق كى سرزمين كوفہ ميں پائے جانے والے ان دونوں گمراہ فرقوں كو بيان كيا ہے جو يوم عاشوراء كو اپنى بدعات كے ليے يوم جشن كے طور پر مناتے تھے)

رافضى گروہ (شيعہ) جو اہل بيت سے محبت اور انس ظاہر كرتے ہيں حالانكہ وہ باطنى طور پر يا تو ملاحدہ اور زنادقہ ہيں، يا پھر جاہل اور خواہشات كے پيروكار ہيں.

اور دوسرا گروہ نواصب كا ہے، جو فتنہ اور فساد كے وقت قتل و غارت ہونے كى بنا پر على رضى اللہ تعالى عنہ اور ان كے ساتھيوں سے بغض كا اظہار كرتے ہيں، حالانكہ مسلم شريف ميں نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم سے حديث ثابت ہے كہ آپ صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" (قبيلہ) ثقيف ميں ايك كذاب اور اور ايك خونريزى كرنے والا ہو گا"

لہذا مختار بن ابو عبيد الثقفى كذاب تھا، اور وہ اہل بيت سے دوستى اور محبت كا اظہار كرتا اور ان كى مدد كرنے كا دعويدار تھا، اور عراق كے امير عبيد اللہ بن زياد كو قتل كيا جس نے وہ پارٹى تيار كى جس نے حسين بن على رضى اللہ تعالى عنہما كو قتل كيا اور پھر اس نے كذب كا اظہار كرديا اور نبوت كا دعوى كرتے ہوئے كہا كہ اس پر جبريل عليہ السلام نازل ہوتے ہے، حتى كہ وہ ابن عباس اور ابن عمر رضى اللہ تعالى عنہم كو كہنے لگے: انہوں نے ان ميں سے ايك كو كہا: مختار بن ابو عبيد كا خيال ہے كہ اس پر وحى نازل ہوتى ہے، تو انہوں نے كہا وہ سچ كہتا ہے:

اللہ تعالى كا فرمان ہے:

کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں جس پر شیطان نازل ہوتے ہیں تا کہ وہ اپنے دوستوں کو یہ وحی کریں کہ وہ تم سے لڑیں.

اور رہا خونریزی کرنے والا تو وہ حجاج بن یوسف الثقفی تھا، اور یہ شخص علی رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے ساتھیوں سے منحرف تھا، لہذا یہ نواصب میں سے ہے، اور پہلا روافض (شیعہ) میں سے تھا، اور یہ رافضی سب سے بڑا جھوٹ پرداز اور بہتان باز، اور دین میں الحاد کرنے والا تھا، کیونکہ اس نے نبوت کا دعوی کیا.

اور کوفہ میں ان دونوں گروہوں کے مابین لڑائی اور فتنہ وقتال تھا، لہذا جب یوم عاشوراء میں حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہما شہید ہوئے اور انہیں باغی اور ظالم گروہ نے قتل کیا، اور اللہ تعالی نے حسین رضی اللہ تعالی کو خلعت شہادت سے نوازا اسی طرح اہل بیت میں سے دوسروں کو بھی شہادت سے سرفراز کیا، ان میں سے حمزہ اور جعفر رضی اللہ تعالی عنہما کو شہادت کی عزت دی، اور حسین رضی اللہ تعالی کے والد علی رضی اللہ تعالی کو بھی شہادت جیسی عزت سے نوازا، اور اس کے علاوہ دوسروں کو بھی.

اور حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ شہادت ان اشیاء میں سے تھی جن کے ساتھ اللہ تعالی نے ان کے مقام و مرتبہ کو اور بلند کردیا اور ان کے درجات میں اضافہ کیا کیونکہ وہ اور ان کے بھائی حسن رضی اللہ تعالی عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں، اور پھر بلند و بالا مقام و مرتبہ بغیر کسی ابتلاء اور آزمائش کے حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے:

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ: سب سے زیادہ کن لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" انبیاء کی اور پھر صالحین کی پھر سب سے زیادہ بہتر اور اچھے شخص کی اور پھر اس سے کم کی، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، لہذا اگر وہ اپنے دین میں پختہ اور سخت ہو اس کی آزمائش اور تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور اگر اس کے دین میں کمی اور ہلکا پن ہو تو آزمائش بھی کم ہو جاتی ہے، اور ایك مومن شخص پر آزمائش رہتی ہے حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہے تو اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا" اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے.

لہذا حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما کو اللہ تعالی کی جانب سے جو کچھ مرتبہ اور منزلت اور درجہ حاصل تھا وہ مل گیا، اور ان دونوں کے لیے وہ آزمائش اور تکلیف نہیں آئی جو ان کے سلف اور پہلے لوگوں پر آئی تھی، اس لیے

کہ حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما تو اسلام کی عزت میں پیدا ہوئے، اور عزت اکرام میں پرورش پائی، اور سب مسلمان ان کنعزت و تکریم کرتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو وہ ابھی سن تمیز کو بھی نہیں پہنچے تھے، تو اللہ تعالی کی ان پر یہ نعمت تھی کہ انہیں آزمائش میں ڈالا جو انہیں ان کے خاندان والوں کے ساتھ ملائے، جیسا کہ ان سے بہتر اور اچھے اور نیک بھی آزمائش میں پڑے، اس لیے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ ان دونوں سے بہتر اور افضل تھے، اور انہیں شہادت کی موت آئی اور قتل کردیا گیا.

اور حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت ایسی تھی جس کی بنا پر فتنوں نے سر ابھار لیا اور لوگوں کے مابین فتنے پھوٹ پڑے، جس طرح کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا قتل فتنوں کو لانے والے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب تھا، جس نے لوگوں کے مابین فتنے پھیلا دیے، اور اس کی بنا پر ہی امت مسلمہ جدا جدا ہو گئی اور اس میں قیامت تك تفرقہ پڑ گیا، اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ:

" تین اشیاء سے جو کوئی بھی نجات پا گیا وہ کامیاب ہوا اورنجات پا گیا، میری موت، اور خلیفہ کو صبرکی حالت میں قتل کرنا، اور دجال"

(پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی نے حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے عدل وانصاف اور ان کی سیرت کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے حتی کہ وہ کہتے ہیں:

پھر وہ فوت ہو گئے اور اللہ تعالی کی عزت و تکریم اور اس کی رضامندی کی طرف چلے گئے، اور ان گروہوں نے جنہوں نے حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو خطوط لکھے اور ان سے مدد و تعاون کا وعدہ کیا کہ اگر وہ معاملے کو لے کر اٹھ کھڑے ہوں تو وہ سب ان کے ساتھ ہیں، حالانکہ وہ لوگ اس کے اہل نہیں تھے، بلکہ جب حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے چچازاد کو ان کی طرف روانہ کیا تو انہوں نے اس کے ساتھ وعدہ خلافی کی اور معاہدہ کو توڑ دیا اور ان کے خلاف ہو گئے جنہوں نے ان سے مدد کا وعدہ کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے، اور اہل رائے اور حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت کرنے والوں نے مثلا ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما وغیرہ نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ ان کے پاس نہ جائیں لیکن انہوں نے ان کا مشورہ قبول نہ کیا، ان کے خیال میں وہاں جانے میں کوئی مصلحت نہیں تھی، اور اس کے نتائج بھی بہتر اور اچھے نہیں، اور واقعتا معاملہ بھی ایسا ہی ہوا جیسا انہوں نے کہا تھا، اور یہ اللہ تعالی کی جانب سے مقدر کردہ تھا، لہذا جب حسین رضی اللہ تعالی عنہ نکلے اور انہوں نے دیکھا کہ معاملات تو بدل چکے ہیں، تو انہوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ مجھے واپس جانے دو یا پھر کسی سرحد پر جا کر لڑنے دو، یا اپنے چچا زاد یزید کے پاس ہی جانے دو تو انہوں نے ان سب باتوں سے انکار کردیا اور

ان کی بات تسلیم نہ کی حتی کہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو قیدی بنا لیا اور ان سے لڑائی اور جنگ کرنے لگے تو حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی ان سے لڑائی کی تو انہوں نے حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی قتل کردیا یہ ایك مظلوم کی شہادت تھی جس کے ساتھ اللہ تعالی نے انہیں عزت و شرف سے نوازا اور انہیں ان کے طیب اور طاہر اہل بیت کے ساتھ ملا دیا، اور جنہوں نے ان پر ظلم اور زیادتی کی اللہ تعالی نے اس شہادت کے ساتھ انہیں ذلیل و رسوا کردیا، اور اس نے لوگوں کے مابین شر اختیار کر لیا، لہذا ایك گروہ ظالم اور جاہل بن گیا، یا تو یہ گروہ ملحد اور منافق ہے یا گمراہ اور راستے سے بھٹك چکا ہے، اور ان سے اور اہل بیت سے اپنی محبت تو ظاہر کرتا ہے اور یوم عاشوراء میں ماتم اور نوحہ کرتا اور غم میں مبتلا ہوتا ہے، اور اس دن جاہلیت کے کام اور شعار ظاہر کرتے ہوئے منہ اور جسم کو پیٹتا اور کپڑے پھاڑتا اور دور جاہلیت کی تعزیت کرتے ہوئے تعزیہ نکالتا ہے، جس کے بارہ میں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت ۔ اگر نئی ہو تو ۔ میں حکم دیا ہے کہ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیا جائے اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا جائے اور اجروثواب کی نیت کی جائے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں، جب انہیں کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں بلا شبہ ہم اللہ تعالی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، یہی ہیں جن پر اللہ تعالی کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں، اور یہی ہدایت یافتہ ہیں

اور صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جو کوئی رخسار پیٹے اور کپڑے پھاڑے، اور جاہلیت کی پکار لگائے وہ ہم میں سے نہیں "

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" میں مصیبت میں نوحہ کرنے والی، اور بال منڈانے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہوں"

اور فرمایا:

" اگر نوحہ کرنے والی موت سے قبل توبہ نہیں کرتی تو روز قیامت وہ اٹھے گی اور اس پر گندھك کی قمیص اور خارش کی درع ہو گی"

اور مسند میں فاطمہ بنت حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے وہ اپنے والد حسین رضی اللہ تعالی عنہا سے

بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس شخص کو بھی کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنی مصیبت کو یاد کرتا ہے اگرچہ اسے زیادہ دیر بھی ہو چکی ہو تو وہ اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اللہ تعالی اس کے بدلے میں اسے اس دن جس میں اسے مصیبت پہنچی تھی جتنا ہی اجروثواب دے گا"

اور یہ اللہ تعالی کی جانب سے مومنوں کی عزت و تکریم ہے، بلا شبہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہ کی مصیبت اتنی مدت بعد بھی جب یاد کی جائے تو مومن شخص کو چاہیے کہ وہ اس میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہے، جیسا کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، تا کہ اسے بھی مصیبت زدہ جتنا ہی اجروثواب حاصل ہو سکے جس دن اسے مصیبت پہنچی تھی، اور جب اللہ تعالی نے مصیبت آتے ہی اور اس کے قریبی وقت میں صبر و تحمل کا حکم دیا ہے تو پھر جب مصیبت کو ایک لمبی مدت گزر چکی ہو تو کیسے ہوگا.

گمراہ اور غلط راستے پر چلنے والوں کے لیے شیطان نے جو کچھ مزین کیا اس میں یوم عاشورا کا ماتم اور نوحہ و آہ و بکا اور مرثیے اور غم وحزن کے اشعار پڑھنا بھی شامل ہے، کہ اسے ماتم کا دن بنایا جائے، اور اس دن وہ جھوٹی اور من گھڑت روایتیں بیان کرتے ہیں، اور سچائی تو یہ ہے کہ اس میں غم اور پریشانی کی تجدید اور تعصب اور دشمنی اور مخالفت پیدا کرنے اور لڑائی اور اہل اسلام کے مابین فتنہ پیدا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں، اور اس کے ساتھ پہلے سابقین الاولین پر سب وشتم، اور کذب بیانی میں کثرت، اور دنیا میں فتنہ وفساد تک پہنچنے کا وسیلہ ہے، اسلام میں پائے جانے والے فرقے اور گروہوں میں اس گمراہ اور حق سے پھسلے ہوئے فرقہ کے علاوہ کوئی فرقہ زیادہ جھوٹا اور فتنہ وفساد پیدا کرنے والا اور کفار کے ساتھ دوستی اور مسلمانوں کے خلاف کفار کا تعاون و مدد کرنے والا کوئی اور فرقہ نہیں، یہ اسلام سے نکلے ہوئے خارجیوں سے بھی زیادہ شریر ہیں، انہیں کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اہل اسلام (مسلمانوں) کو فتنہ میں ڈالتے اور بت پرستوں کو چھوڑتے ہیں انہیں کچھ نہیں کہتے"

اور یہی ہیں جو اہل بیت اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکوں کی مدد و تعاون کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح انہوں نے ترکیوں اور تتاریوں میں سے مشرک لوگوں کی بغداد وغیرہ میں جو کچھ انہوں نے خانوادہ نبوت اور عباس کی اولاد اہل بیت اور ان کے علاوہ دوسرے مومن اور مسلمانوں کے ساتھ کیا اور انہیں قتل کیا ان کا خون بہایا اور ان کے گھروں کو منہدم کیااس میں مدد و تعاون فراہم کیا، ایک عقلمند اور مسلمانوں کوجو کچھ ضرر و نقصان اس فرقہ اور گروہ نے دیا ہے اسے ایک عقلمند اور فصیح الکلام شخص شمار بھی نہیں کرسکتا.

اور اس فرقے اور گروہ کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یا تو ناصبی جو حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور اہل بیت پر تعصب رکھتے ہیں، یا پھر جاہل ہیں جو فساد اور غلط کام کے مقابلے میں غلط اور فساد سے کام لیتے ہیں اور جھوٹ کا مقابلہ جھوٹ اور شر و برائی کا مقابلہ شر اور برائی اور بدت کے مقابلے میں بدعات کرتے ہیں، لہذا انہوں نے فرحت و سرور اور خوشی کی علامات میں کچھ ایسے آثار اور احادیث وضع کرلیں جن میں یوم عاشوراء کو یہ اعمال کرنا کا بیان ہے، مثلا:

سرمہ اور خضاب لگانا، اور اہل و عیال پر فراخدلی سے زیادہ خرچ کرنا، اور عام طور پر عادت سے ہٹ کر مختلف قسم کے کھانے پکانا، وغیرہ دوسرے اعمال جو مختلف تہواروں اور موسموں میں کیے جاتے ہیں، لہذا ان لوگوں نے یوم عاشورا کو دوسرے تہواروں جیسا ایك تہوار بنا لیا ہے اس میں خوشی اورسرور مناتے ہیں، اور دوسرے گروہ (شیعہ) اس دن میں ماتم کرتے اور مرثیے پڑھتے ہیں اور غمزدہ پریشانی کا اظہار کرتے ہیں، اور یہ دونوں گروہ اور فرقے غلط ہیں اور سنت سے باہر ہیں، اگرچہ یہ لوگ (رافضی اور شیعہ) مقصد کے اعتبار سے برے اور بہت زیادہ جاہل، اور ظاہرا ظالم ہیں، لیکن اللہ عزوجل نے عدل وانصاف اوراحسان کا حکم دیا ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، لہذ تم میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اس پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھو، اور نئے نئے کام سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے"

نہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی ان کے خلفاء راشدین نے یوم عاشوراء میں یہ کام مسنون کیے، نہ تو غم و پریشانی اور نہ ہی خوشی و فرحت کی علامات کا اظہار، لیکن یہ ہے کہ:

" جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟

تو وہ کہنے لگے: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو غرق ہونے سے نجات دی تھی لہذا ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تم سے زیادہ موسی علیہ السلام کے حقدار ہیں، لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا"

اور دور جاہلیت میں قریش بھی اس دن کی تعظیم کرتے تھے، اور جس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا وہ ایك دن تھا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ربیع الاول کے مہینہ میں تشریف لائے اور اگلے سال یوم عاشورا کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا، پھر اسی برس رمضان المبارك کے روزے فرض کر دیے گئے تو عاشوراء کا روزہ منسوخ ہو گیا.

علماء کرام کا اس میں تنازع ہے کہ: کیا اس دن کا روزہ واجب تھا؟ یا مستحب؟

اس میں دو مشہور قول ہیں، ان میں صحیح یہی ہے کہ یہ روزہ واجب تھا، پھر بعد میں اسے استحباب میں بدل دیا گیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں کو اس کا روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے:

" یہ یوم عاشوراء ہے، میں روزہ سے ہوں لہذا جو کوئی روزہ رکھنا چاہے روزہ رکھے"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

" یوم عاشوراء کا روزہ ایك سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور یوم عرفہ کا روزہ دو برس کے گناہوں کا کفارہ ہے"

اور جب نبی کریم صلی اللہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام تھے اور جب انہیں یہ علم ہوا کہ یہودی اس دن کو تہوار اور عید کے طور پر مناتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اگر میں آئندہ برس زندہ رہا تو میں نو محرم کا روزہ رکھوں گا"

تا کہ یہودیوں کی مخالفت کرسکیں، اور اس دن کو ان کے تہوار منانے میں ان کی مشابہت نہ ہو سکے، اور صحابہ کرام اور علماء صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ سمجھتے تھے، جیسا کہ کوفیوں کے ایك گروہ سے نقل کیا جاتا ہے، اور کچھ علماء اس کا روزہ مستحب قرار دیتے ہیں، لیکن صحیح یہی ہے کہ: جو شخص یوم عاشوراء کا روزہ رکھے اسے اس کے ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہیے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اگر میں آئندہ برس زندہ رہا تو میں دس کے ساتھ نو کا بھی روزہ رکھوں گا"

جیسا کہ حدیث کے بعض طرق میں اسی تفسیر کے ساتھ آیا ہے، لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہی مسنون کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ باقی سب امور: مثلا عادت سے ہٹ کر کوئی کھانا تیار کرنا، چاہے وہ دانے ہوں

يا كوئى اور چيز، يا پھر نيا لباس زيب تن كرنا، اور اہل وعيال پر خرچہ ميں وسعت اور زيادہ كرنا، يا اس دن پورے سال كا راشن خريدنا، يا كوئى مخصوص عبادت كرنا، مثلا اس كى مخصوص نماز، يا قربانى ذبح كرنا، يا قربانى كا گوشت اس مقصد سے ركھ لينا كہ اس گوشت كے ساتھ دانے پكائے جائيں، يا سرمہ اور خضاب وغيرہ لگانا، يا غسل كرنا يا مصافح كرنا، يا ايك دوسرے كى زيارت كرنا، يا مسجدوں اور مشاہد كى زيارت كرنا، اس كے علاوہ دوسرے امور، يہ سب كچھ بدعات اور منكرات ميں شامل ہوتے ہيں، جن نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم سے ثبوت نہيں ملتا اور نہ ہى ان كے خلفاء الراشدين سے مسنون ہے، اور نہ ہى مسلمان آئمہ كرام ميں سے كسى ايك نے اسے مستحب قرار ديا ہے، نہ تو امام مالك رحمہ اللہ اور نہ ہى امام ثورى اور امام ليث بن سعد اور نہ ہى امام ابو حنيفہ رحمہم اللہ نے، اورنہ امام اوزاعى اور امام شافعى اور نہ ہى امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہويہ رحمہم اللہ نے، اور نہ ہى ان جيسے دوسرے مسلمان آئمہ كرام مسلمان علماء نے..

اور دين اسلام تو صرف دو اصلوں پر قائم ہے يعنى وہ صرف يہ ہے كہ ہم اللہ تعالى كے علاوہ كسى اور كى عبادت نہ كريں، اور اس كى عبادت بھى اس طرح كريں جو ثابت اور مشروع ہے، ہم اس كى عبادت بدعات و خرافات كے ساتھ نہيں كرينگے.

فرمان بارى تعالى ہے:

جو كوئى بھى اللہ تعالى كى ملاقات كى اميد ركھتا ہے اسے چاہيے كہ وہ اعمال صالحہ كرے اور اپنے رب كى عبادت ميں كسى دوسرے كو شريك نہ كرے

لہذا عمل صالح وہ ہے جو اللہ تعالى اور اس كے رسول صلى اللہ عليہ وسلم كو پسند اور محبوب ہو، وہى عمل مشروع اور مسنون ہے، اسى ليے عمر بن خطاب رضى اللہ تعالى عنہ اپنى دعا ميں يہ كہا كرتے تھے:

اے اللہ ميرے سارے عمل صالح بنا اور اسے اپنے ليے خالص بنا دے، اور اس ميں كسى دوسرے كو كچھ بھى نہ ركھ.

انتہى. شيخ الاسلام كى كلام كا اختصار ہے.)

ديكھيں: فتاوى الكبرى (5)

اللہ تعالى ہى سيدھے راستے كى راہنمائى كرنے والا ہے.

واللہ اعلم .